دعوت و تحریک

بارگاہ رسالتؐ میں وفود کی آمد

حکمتِ دعوت کا ایک پہلو

حافظ محمد سجاد°

سیرت نبویؐ کا ایک اہم باب اور عنوان ''وفود عرب کی بارگاہ رسالتؐ میں آمد ہے''۔ قدیم مآخذ سیرت میں عموماً فتح مکہ کے بعد اشاعت اسلام کے ضمن میں وفود عرب کا تذکرہ ہوا ہے۔ ۹ھ اور ۱۰ھ میں یہ وفود اس کثرت سے آئے کہ مؤرخین اور سیرت نگاروں نے اس سنہ کو ''عام الوفود'' یعنی وفود کا سال قرار دیا۔ متعدد مورخوں اور سیرت نگاروں نے ان وفود کی تفصیلات قلم بند کی ہیں۔ مختلف روایات کے مطابق وفود کی تعداد ۱۴۰ کے قریب تھی۔ اردو ادب سیرت میں صرف انھی وفود کا تذکرہ ملتا ہے جن سے سیرت نبویؐ کے کسی خاص پہلو پر روشنی پڑتی ہے۔

ان وفود کے مطالعے سے جہاں سیرت طیبہؐ کے کئی نمایاں پہلو اجاگر ہوتے ہیں وہاں قبائل عرب کے جغرافیائی حالات، ان کے معتقدات، میلانات ورجحانات اور بدوی مزاج کا بھی پتا چلتا ہے۔ یہ وفود پورے جزیرہ نما عرب کے مختلف حصوں سے حاضر خدمت ہوئے تھے۔ جو قبائل اپنے نمایندے یا ترجمان کی حیثیت سے بارگاہ نبویؐ میں حاضر ہوئے، ان کے ارکان کی تعداد بعض اوقات ۴۰۰ یا اس سے زائد ہوتی تھی۔ بعض وفود اسلام قبول کرنے کے لیے آتے اور بعض تعلیم وتربیت کے لیے حاضر خدمت ہوتے اور بعض امن وصلح کے لیے بھی آئے۔ رسولؐ اللہ ہر قبیلے کے سردار یا قائد کو عموماً ذمہ دار بناتے کہ وہ اپنے قبیلے میں دعوت کا فریضہ سرانجام دے۔ اس طرح یہ وفود بذات خود دعوت وتبلیغ کا اہم اور مؤثر ترین ذریعہ تھے۔ (مولانا جلال الدین عمری، ''عرب کے وفود دربارِ رسالت میں'' سہ ماہی تحقیقات اسلامی (علی گڑھ) جلد ۷، شمارہ ۱،

° اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ افکار وتمدن اسلامی، علامہ اقبال اوپن یونی ورسٹی، اسلام آباد

۱۹۸۸ء، ص ۵-۱۶)

قبائل عرب اپنے وفود کی روانگی کے لیے بڑا اہتمام کرتے تھے۔ اس کے لیے شیوخ و سردار، اعیان و اشراف، شعرا و خطبا اور باشعور افراد کا انتخاب ہوتا تھا۔ ان سب کے نام لکھے جاتے تھے اور ارکان وفد اپنے روایتی اور قبائلی لباس و ہیئت میں سج دھج کر مدینہ منورہ میں حاضر ہوتے تھے۔ (تفصیل کے لیے: وفد وائل بن حجر، ابن کثیر، البدایۃ ۵/۲۹)

یہاں ان کی حیثیت کے مطابق قیام و طعام کا انتظام کیا جاتا تھا۔ آپؐ ان کی نفسیات و رجحانات کے مطابق معاملہ فرماتے ان کی تعلیم و تربیت کا بندوبست کرتے اور ان کے مسائل کو حل فرماتے۔

ذیل میں ان وفود کے ساتھ آپؐ کے طریق دعوت و تربیت کی چند مثالیں پیشِ خدمت ہیں۔

دعوت دین کا نفسیاتی پہلو

رسولؐ اللہ کے پاس آنے والے ان وفود کا تعلق عرب کے مختلف قبائل سے تھا۔ ان میں چند مشترکہ محاسن و معائب تھے۔ بعض قبائل اپنی انفرادی شان و شوکت رکھتے تھے اور بعض کی وجہ شہرت بہادری اور بعض سخاوت و مہمان نوازی میں مشہور تھے۔ ہر قبیلہ عرب میں اپنا مخصوص مقام رکھتا تھا۔ ان دعوتی وفود میں بعض عمدہ خصلت و سیرت کے مالک ہوتے اور بعض سخت مزاج۔ ان میں سردار اور قائد بھی تھے اور قبیلے کے عام افراد بھی، غرض یہ کہ ہر مزاج اور فکر کے افراد ہوتے تھے۔

رسولؐ اللہ نے دعوت قرآنی کے اصولوں کے مطابق دعوتِ حق کو پیش فرمایا۔ قبائلی اور علاقائی نفسیات کا لحاظ فرمایا۔ اسی کا اثر تھا کہ ان وفود میں سے اکثریت دولت ایمان سے مشرف ہوئی اور آپؐ کے حسن اخلاق اور حسن معاملہ کی بدولت جو وفود بظاہر صلح و امن کی غرض سے حاضر خدمت ہوئے وہ بھی مشرف بہ اسلام ہوئے۔

عزت و احترام

آپؐ وفد کے پہنچتے ہی دعوت دینی شروع نہیں کر دیتے تھے بلکہ دعوت کے لیے مناسب ماحول پیدا فرماتے تھے۔ دعوت سے قبل مدعو کی مہمان داری، تکریم و تحریم کا مکمل اہتمام فرماتے تھے۔ اس حوالے سے چند قابل ذکر پہلو یہ ہیں:

- جب رسولؐ اللہ کو وفود کی آمد کی اطلاع دی جاتی تو آپؐ خوب صورت لباس زیب تن کرتے اور صحابہ کرام کو بھی اس کا حکم دیتے۔ (سبل الھدیٰ والرشاد، ج ۶، ص ۲۵۹)
- وفود کے استقبال کے لیے بعض دفعہ مکان سے باہر تشریف لے جاتے اور حسب حالات اگر قبیلے کا سردار ہوتا تو بعض دفعہ اس کے لیے اپنی ردائے مبارک بچھاتے۔ (ابن سعد ۲/۵۲)

ان وفود کی رہایش کا اہتمام ایک صحابیہ رملہؓ بنت الحارث کے گھر کیا جاتا، اس کے علاوہ کبھی کبھی یہ وفود کسی صحابی جو اسی قبیلے کا ہوتا اس کے ہاں ٹھہرتے، اور بعض کو آپؐ مسجد نبویؐ میں ٹھہرانے کا حکم دیتے۔

- حضرت بلالؓ اور حضرت خالدؓ بن سعید بن العاصؓ کو ان وفود کی خاطر وتواضع کے لیے مقرر کیا گیا اور بعض اوقات آپؐ بہ نفس نفیس ان دعوتی وفود کی خاطر مدارت کرتے اور ان کے حسب حاجت وظائف اور سفر کے مصارف ادا فرما دیتے تھے۔(کتانی الفاسی، التراتیب الاداریۃ، رباط، ۱۳۴۶ھ، ۱/۴۵۱)
- آپؐ نے والے وفود سے ان کے قبیلے اور اراکین وفد کا نام پوچھتے اور اگر یہ نام شریعت کے مزاج کے خلاف ہوتے تو تبدیل فرما دیتے اور عمدہ نام تجویز فرماتے۔(ابن سعد ۱/۳۰۸)
- مدینہ منورہ آنے والے ہر وفد کے ساتھ آپؐ عزت و احترام کا برتاؤ کرتے تھے' اور اس قدر رواداری کا مظاہرہ فرماتے کہ ان کی بہت سی نازیبا اور ناقابل برداشت حرکتوں کو صبر وتحمل کے ساتھ برداشت کر لیتے۔
- واپسی پر رسولؐ اللہ وفد کے ہر رکن کو تحفہ و ہدیہ عنایت فرماتے۔وفد کے قائد یا قبیلے کے سربراہ کو دیگر اراکین سے زائد دیا جاتا' اور تمام وفود کے لیے یہ حکم دیا: أجزهم كما تجيزالوفود (ابن سعد' الطبقات الکبری، ۱/۲۱۸)۔یہی نہیں بلکہ وصال کے وقت آپؐ نے جو آخری وصیت فرمائی ان میں ایک یہ بھی تھی: اجیزوا الوفود بنحو ما کنت اجیزھم (جس طرح میں وفود کو تحائف اور عطیات دیا کرتا ہوں تم بھی اسی طرح دیا کرو)۔(البخاری، کتاب الجہاد، ۱/۴۴۹ و ابوداؤد' کتاب الخراج والفے ۲/۴۲۱)

مخاطب کی ذھنی و نفسیاتی سطح کا خیال

جہاں تک نفس دعوت وتبلیغ کا تعلق ہے تو یہاں بھی آپؐ نے مخاطب کی ذہنی نزاکتوں کا پورا پورا خیال رکھا۔ واقعہ یہ ہے کہ آدمی کی ذہنیت کو تبدیل کرنا اور اس کے نقطۂ نظر یا نصب العین کو تبدیل کرنا آسان کام نہیں۔اس کے لیے غیر معمولی ذہانت' حکمت وتدبر اور سب سے بڑھ کر ایسے استدلال سے کام لینا پڑتا ہے جو مخاطب کو ذہنی طور پر ہموار کر کے نئی بات قبول کرنے پر آمادہ کر سکے۔جس طرح ایک بیج کی نشوونما کے لیے فقط بیج کی صلاحیتوں پر ہی نظر نہیں رکھنی پڑتی بلکہ زمین کی آمادگی و مستعدی اور فصل و موسم کی سازگاری و موافقت کا بھی لحاظ رکھنا پڑتا ہے، اسی طرح ایک داعی کو بھی لازماً تخم ایمان کی آبیاری کے لیے قلوب و اذہان کی آمادگی و موافقت کو پیش نظر رکھنا پڑتا ہے اور یہ آمادگی اسی وقت پیدا ہو سکتی ہے جب کہ استدلال مستحکم اور پایدار ہو۔

یہی وجہ ہے کہ رسولؐ اللہ نے عقائد اور تعلیمات دین کو دلوں میں اتارنے کے لیے ایک طرف

تو ایسے دلائل و براہین سے کام لیا جس کا ادراک ایک ادنیٰ سے ادنیٰ عقل رکھنے والا آدمی بھی کر سکتا ہے' نیز ان دلائل و آثار میں تنوع کا خیال بھی رکھا تا کہ تفہیم و ابلاغ کا حق ادا ہو سکے، اور دوسری طرف رسول اللہؐ نے اہل عرب کی تمام خوبیوں اور خرابیوں' ان کی انفرادی و قومی روایات اور ان کے عادات و خصائل کی رعایت رکھتے ہوئے کشتِ ایمان کی آبیاری کی۔ آفاق کے قوانین و ضوابط' فطرت کے یقینیات' تاریخ کے مسلمات، اور بنیادی اخلاقیات میں سے بہت سی چیزیں ایسی ہیں جن کے بارے میں مشرق و مغرب اور عرب و عجم سب ایک ہی نقطۂ نظر رکھتے ہیں۔ رسولؐ اللہ نے اپنے اور مخاطب کے درمیان اسی قدرِ مشترک کو تلاش کیا اور اس کو بنائے استدلال بنایا۔ وفود کے مطالعے سے اس کی چند ایک مثالیں سامنے آتی ہیں۔

اخلاقی اوصاف اور صلاحیتوں کی حوصلہ افزائی

بعض افراد سلیم الفطرت ہوتے ہیں۔ ان میں اعلیٰ اخلاقی صفات بااتم موجود ہوتی ہیں اور اگر کوئی ان کی تعریف و تحسین کر دے اور ان کے اس حسن سیرت و صورت کی نشان دہی کرے تو ان میں مزید بہتری کی تحریک پیدا ہو جاتی ہے' اور اس تحرک (motivation) کی بدولت ان میں استحکام نصیب ہوتا ہے اور وہ ہر آن بداخلاقی سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ رسولؐ اللہ کے پاس آنے والے وفود میں بعض افراد باوجود جاہلی تعصبات و خرافات کے عمدہ اخلاق و سیرت کے مالک ہوتے۔ چنانچہ رسولؐ اللہ ایسے وفود کے اراکین سے ان کے اخلاقی اوصاف کو مدنظر رکھتے اور دعوت پیش کرتے وقت، وفد کے اراکین یا قائد کی ان صفات عالیہ کا تذکرہ ضرور فرماتے جس سے وہ متصف ہوتے تا کہ آغاز کلام میں ہی ان کے اندر اس پیغامِ حق کے لیے قبولیت کا جذبہ پیدا کر دیا جائے جس کی دعوت دی جا رہی ہے کہ یہ پیغام بھی اس خاصیت اور صفات کا داعی ہے جس سے وہ متصف ہیں۔ اس طرح ابتدا سے ہی مدعو سے بے تکلف تعارف اور کلمات داد و تحسین سے مدعو پر نفسیاتی اثر ہوتا اور وہ دین حق کو قبول کرنے پر آمادہ ہو جاتا۔ اس طرز فکر کی چند ایک مثالیں بھی وفود کے مطالعے سے ظاہر ہوتی ہیں۔

خوش کلامی کی حوصلہ افزائی

۱- وفد ازد کی وضع قطع اور خوش کلامی آپؐ کو بہت پسند آئی۔ آپؐ نے دعوت پیش کرنے سے پہلے ان سے پوچھا کہ تم کون لوگ ہو؟ انھوں نے عرض کیا ہم مومن ہیں۔ آپؐ مسکرائے۔ آپؐ نے فرمایا: ہر بات کی ایک حقیقت ہوتی ہے۔ بتاؤ تمھارے قول اور ایمان کی کیا حقیقت ہے؟ انھوں نے عرض کیا کہ ہم میں ۱۵ خصلتیں ہیں۔ ان میں پانچ تو ایسی ہیں جن کے متعلق آپؐ کے قاصدوں یعنی (مبلغین یا داعیان اسلام) نے ہمیں دعوت دی ہے اور پانچ ایسی ہیں' جن کے متعلق ہدایت کی ہے کہ ان پر عمل کریں' اور پانچ وہ

ہیں، جن کا ہم زمانۂ جاہلیت سے پابند ہیں اور اب تک ان پر قائم ہیں۔

حضورؐ نے پوچھا کہ وہ پانچ باتیں کون سی ہیں جن پر تم کو ایمان رکھنے کا حکم دیا گیا ہے؟ انھوں نے عرض کیا: ا- اللہ پر ایمان ۲- اس کے فرشتوں پر ایمان ۳- اس کی کتابوں پر ایمان ۴- اس کے رسولوں پر ایمان ۵ - مرنے کے بعد دوبارہ جی اٹھنے پر ایمان۔

رسول اللہؐ نے فرمایا: وہ پانچ باتیں کیا ہیں جن پر تمھیں عمل کرنے کی ہدایت کی گئی؟ انھوں نے عرض کیا: ا- ہم اقرار کریں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ۲- نماز کی پابندی کریں ۳- زکوٰۃ ادا کریں ۴- رمضان کے روزے رکھیں ۵ - اگر استطاعت ہو بیت اللہ کا حج کریں۔

آپؐ نے فرمایا: اچھا! اب وہ پانچ باتیں بتاؤ جن پر تم زمانۂ جاہلیت سے کاربند ہو؟ انھوں نے کہا: ا- خوشحالی کے وقت شکر کرنا ۲- مصیبت پر صبر کرنا ۳- راضی برضائے الٰہی رہنا ۴- آزمایش کے وقت راست بازی پر قائم رہنا ۵ - دشمنوں کی مصیبت پر ہنسی نہ اڑانا۔

جب آپؐ نے ان کی حکمت اور دانائی کی باتیں سنیں تو تعریف فرمائی اور ان پر دوام کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا: ''تم لوگ تو بڑے حکیم اور عالم نکلے، تمھاری حکمت و دانش گویا انبیا کی حکمت و دانش ہے''۔

اس طرح ان کے اندر مزید بھلائی اور نیکی کی تحریک پیدا ہوئی اور جب دیکھا کہ اس طرح کے اقوال اور نصیحت کو یہ لوگ اختیار کرتے ہیں اور ان پر عمل کرتے ہیں، تو آپؐ نے ان کو مزید پانچ اور نصیحتیں فرمائیں۔ آپؐ نے فرمایا:

ا۔ ضرورت سے زیادہ مکانات نہ بناؤ (یا وہ مکان نہ بناؤ جس میں تمھیں بسنا نہ ہو)

۲۔ ضرورت سے زیادہ اشیائے خورد و نوش جمع (ذخیرہ) نہ کرو۔

۳۔ جس چیز کو چھوڑ کر کل تمھیں چلا جانا ہے اس میں ایک دوسرے کی حرص نہ کرو۔

۴۔ اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ ڈرتے رہو جس کی طرف پھر تمھیں لوٹنا ہے اور اس کے حضور جواب دہ ہونا ہے۔

۵۔ ان چیزوں سے رغبت رکھو جو آخرت میں تمھارے کام آئیں گی جہاں تمھیں ہمیشہ رہنا ہے۔ (زرقانی، المواھب اللدنیة بالمنح المحمدیة، بیروت ۱۹۹۶ء، ج ۵، ص ۲۲۶)

اہل وفد نے رسولؐ اللہ کے ان ارشادت کو قبول کیا اور وطن واپس جا کر ہمیشہ ان پر عمل کیا۔ اس طریقۂ دعوت میں آپؐ نے منطقی و تدریجی اسلوب اختیار کرتے ہوئے پہلے ان کے خیالات و افکار کو جانا اور ان کی عمدہ باتوں کی تعریف و توثیق فرمائی اور اسی تسلسل کو برقرار رکھتے ہوئے مزید پانچ خصلتوں کی نصیحت

فرمائی جن کا مضمون سابقہ باتوں سے مختلف تھا۔ جب آپؐ نے جان لیا کہ یہ افراد ایمان وعبادات پر یقین رکھتے اور عمل کرتے ہیں اور اخلاق عالیہ سے بھی مزین ہیں تو آپؐ نے پانچ ایسی عادات ومعمولات کا تذکرہ فرمایا جس سے ان کے سابقہ اعمال میں پختگی آئے اور عبادات میں اخلاص ومحبت پیدا ہو۔ چنانچہ آپؐ نے جن پانچ باتوں کی تلقین فرمائی ان میں آخرت کا مضمون بیان ہوا اور احتساب وذمہ داری پر زیادہ زور دیا گیا۔ شاید اسی کی کمی آپؐ نے ان کے اندر محسوس کی ہو اور اس کے مطابق ان معمولات کو اختیار کرنے کی دعوت دی ہو۔

شجاعت اور بہادری کو سراہنا

قبیلہ بنی حارث بن کعب، سارے عرب میں شجاعت اور بہادری میں مشہور تھا۔ فتح مکہ کے بعد بھی یہ لوگ کفر وضلالت پر قائم رہے۔ ۱۰ ہجری میں رسول اللہؐ نے حضرت خالدؓ بن ولید کو دعوت اسلام کے لیے ان کی طرف بھیجا۔ حضرت خالدؓ کی دعوت پر سارا قبیلہ ایمان لے آیا اور انھوں نے ایک وفد حضورؐ کے پاس تعلیم وتربیت کے لیے بھیجا۔ وفد کے اراکین بارگاہ رسالتؐ میں پہنچتے ہیں تو رسولؐ اللہ ان سے پوچھتے ہیں کہ: ''زمانۂ جاہلیت میں جو تم سے لڑا وہ ہمیشہ مغلوب رہا۔ اس کا کیا سبب ہے''؟ انھوں نے عرض کیا کہ: یا رسولؐ اللہ س کے تین سبب تھے ۱- ہم اپنی طرف سے کسی پر ظلم یا زیادتی نہیں کرتے تھے۔ ۲- ہم خود کسی پر چڑھ کر نہیں جاتے تھے اور نہ لڑائی میں پہل کرتے تھے۔ ۳- جب ہم پر کوئی لڑائی تھوپ دیتا تو میدان جنگ میں ہم سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جاتے اور کبھی منتشر نہ ہوتے تھے۔

حضورؐ نے فرمایا: تم سچ کہتے ہو۔ جو فوج یا جماعت ان اصولوں کے مطابق لڑے گی ہمیشہ غالب رہے گی۔ (ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ج ۱، ص ۳۳۹، وابن ہشام ج ۴، ص ۲۶۴)

رسولؐ اللہ وفد کے ایمان ویقین سے واقف تھے اور آپؐ کو یہ بھی معلوم تھا کہ قبیلہ بنی حارث بن کعب شجاعت وبہادری میں کمال رکھتا ہے اور یہی ان کی عظمت وفضیلت ہے۔ چنانچہ آپؐ نے ان کی نفسیات وحالات کو جانتے ہوئے ان کے اس مخصوص شعبے میں مہارت کا ذکر فرمایا کہ جس کے سبب وہ ہمیشہ غالب رہے اور ظاہر ہے جب کسی کی خاص صفت یا بھلائی وعظمت اس کی وجہ شہرت ہو یا اس کی پہچان کا سبب ہو اس کا تذکرہ کیا جائے تو یہ بات اس کو دنیا ومافیہا سے بہتر لگتی ہے۔ آپؐ نے اسی عظمت کا ذکر کرتے ہوئے ان سے دریافت فرمایا کہ کس سبب سے وہ ہمیشہ غالب رہے۔ جب انھوں نے تین اسباب کا ذکر کیا جو کہ تعلیمات محمدیؐ کے بھی عین مطابق تھے تو آپؐ نے نہ صرف ان کی تعریف وتوثیق فرمائی بلکہ یہ بھی فرمایا کہ یقینا جو کوئی ان اصولوں کے مطابق لڑے گا وہ ہمیشہ غالب رہے گا۔ اس طرح وفد کے اراکین آپؐ کی تعلیمات سے مطمئن ہوئے اور آپؐ کی صحبت سے مزید اکتساب فیض کے لیے چند دن ٹھہرے۔

خوبیوں پر نظر رکھنا

عبدالقیس کا وفد، عبداللہ بن عوف الاشج کی قیادت میں بارگاہ رسالتؐ میں حاضر ہوا۔ آپ ؐ کو بتایا گیا کہ یہ عبدالقیس کا وفد ہے۔ آپ ؐ نے ان کو مرحبا کہا اور فرمایا: عبدالقیس بھی کیسی اچھی قوم ہے۔ ان لوگوں نے آپ ؐ کو سلام کیا۔ آپ ؐ نے ان کو دعوت اسلام دی اور وہ مشرف باسلام ہوئے۔ رسولؐ اللہ نے دریافت فرمایا کہ تم میں عبداللہ الاشج کون ہے؟۔ عبداللہؓ نے عرض کیا: یا رسولؐ اللہ میں حاضر ہوں (وہ کریہ منظر بدشکل تھے)۔ رسولؐ اللہ نے ان کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ انسان کی کھال کی مشک نہیں بنائی جاتی البتہ آدمی کی دو سب سے چھوٹی چیزوں کی حاجت ہوتی ہے، ایک اس کی زبان اور دوسرا اس کا دل۔

رسولؐ اللہ نے فرمایا: اے عبداللہؓ تم میں دو خصلتیں ایسی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے۔ حضرت عبداللہؓ نے عرض کیا کہ وہ کون سی؟ حضورؐ نے فرمایا: حلم اور وقار۔ انھوں نے عرض کیا کہ یہ چیز پیدا ہوگئی ہے یا میری خلقت اسی پر ہوئی ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ تمھاری خلقت اسی پر ہوئی ہے۔

اس تبلیغی وفد کی آمد اور ان کے ساتھ آپؐ کے دعوتی اسلوب اور انسانی نفسیات کے لحاظ کی چند باتیں اخذ کی جاسکتی ہیں۔

۱- سب سے پہلے قبیلہ عبدالقیس کے وفد کی آمد پر خوش آمدید کہا۔

۲- اس وفد اور اس کے رئیس کی مدح و توصیف فرمائی۔

۳- اس کے رئیس و قائد حضرت عبداللہؓ بن عوف الاشج، جو بظاہر بدشکل ہیں ان کی ظاہری شکل وصورت کے برعکس ان کی داخلی صفات اور خوبیوں کا ان سب اراکین وفد کے سامنے ذکر فرمایا کہ حقیقت میں اصل خوب صورتی اور حسن، رنگ و نسل کا نہیں بلکہ وہ اخلاق حمیدہ ہیں جن سے انسان متصف ہوتا ہے، اور حضرت عبداللہؓ الاشج میں جو دو خصلتیں اور خوبیاں (حلم اور وقار) ہیں یہی ان کی خوب صورتی اور حسن ہے۔ اس طرح آپؐ نے ان کی صفات حمیدہ کا ذکر کر کے ان کے (inferiority complex) کو ختم کیا۔

۴- تمام اہل وفود کو انعامات وعطیات سے نوازا اور حضرت عبداللہؓ الاشج کو جو کہ وفد کے رئیس تھے سب سے زیادہ انعام دلایا۔ (بخاری، مسلم، طبقات ابن سعد ۱/ ۳۱۵، زرقانی، ۵/ ۱۳۳)

کوتاھی پر مواخذہ

بعض دفعہ اہل وفد یا وفد کے کسی خاص فرد میں کوئی عیب، برائی یا جاہلیت کا مظاہرہ دیکھتے تو حکمت اور نفسیات انسانی کا لحاظ رکھتے ہوئے اس کی طرف اشارہ فرمادیتے تا کہ اہل وفد عموماً اور وہ فرد خصوصاً اس

سے اجتناب کرے۔

وفد بلجہیم میں ابوجری جابر بن سلیم جو کہ وفد کے قائد تھے آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہ ایک قطری تہبند باندھے ہوئے تھے۔اس کے کنارے قدموں تک تھے جس سے تکبر وغرور ظاہر ہوتا ہے۔انھوں نے عرض کیا کہ مجھے نصیحت فرمائیں جو مجھے نفع دے تو آپؐ نے فرمایا: تم کسی کو گالی نہ دینا۔کسی نیکی کو حقیر نہ سمجھنا گو اسی قدر ہو کہ تم اپنے ڈول سے کسی پیاسے کے برتن میں پانی ڈال دو یا اپنے بھائی سے شگفتہ روئی سے بات چیت کرو۔اپنا تہبند (یا ازار) پنڈلیوں تک اونچا رکھو اور تہبند کو زیادہ نیچا لٹکانے سے پرہیز کرو کیونکہ یہ تکبر کی علامت ہے اور اللہ تعالیٰ کو تکبر پسند نہیں۔(ابوداؤد، کتاب اللباس، باب ما جاء فی اسبال الازار، رقم حدیث ۳۵۶۲)

یہاں بھی آپؐ نے براہ راست اور آغاز گفتگو ہی میں مدعو کے تکبرانہ لباس پر تنقید نہیں کی بلکہ جب خود ہی مدعو نے نصیحت کا مطالبہ کیا، جو اس کے لیے نفع بخش ہو تو آپؐ نے دیگر مواعظ کے علاوہ تہبند لٹکانے سے پرہیز کی نصیحت کی جس سے مدعو پر نفسیاتی اثر ہوا۔

وفد جعفی کے دو افراد حاضر خدمت ہوئے اور اسلام قبول کیا۔آپؐ نے ان سے فرمایا کہ مجھے اطلاع ملی ہے کہ تم دل نہیں کھاتے۔انھوں نے عرض کیا آپؐ کی اطلاع درست ہے۔واقعی ہم دل نہیں کھاتے۔آپؐ نے فرمایا: ''تمھارا اسلام دل کھانے سے مکمل ہوگا۔'' پھر آپؐ نے ان دونوں کے لیے دل منگوایا اور اسے بھونا پھر آپؐ نے ان کو کھانے کے لیے دیا۔معلوم ہوتا ہے کہ رسولؐ اللہ ان کو یہ تعلیم دینا چاہتے تھے کہ کسی حلال چیز کو اپنے اوپر حرام نہیں کر لینا چاہیے۔(طبقات ابن سعد '۱/ ۳۶۴)

عقلی توجیہ کو پسند فرمانا

اہل وفد میں سے کوئی رکن عقلی توجیہ و توضیح کرتا تو آپؐ اس کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتے اور اس کی تعریف فرماتے۔

وفد بنی قشیر بن کعب کے سردار قرۃ بن ہبیرہ حاضر خدمت ہوئے ایمان لائے اور پھر کہنے لگے: یا رسولؐ اللہ ہم نے زمانۂ جاہلیت میں اللہ کے سوا کچھ اور خدا بنا رکھے تھے۔ان میں سے کچھ مذکر (بت) تھے اور کچھ مؤنث (مورتیاں)۔ہم ان کو پکارا کرتے تھے مگر وہ جواب نہ دیتے تھے۔ہم ان سے سوال کرتے تھے مگر وہ ہمارا سوال پورا نہ کرتے تھے۔پھر جب اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا تو ہم ان کو چھوڑ کر آپؐ کے پاس آئے اور آپؐ کی دعوت قبول کر لی۔رسول اللہؐ ان کی بات سنتے رہے اور اس کو پسند فرمایا۔پھر حجۃ الوداع کے موقع پر یہ اپنے قبیلے کے ساتھ آئے اور ایک پست اونٹنی پر سوار تھے۔حضورؐ نے ان

کو دیکھ لیا اوران کو پکارا۔ جب وہ قریب آئے تو آپؐ نے ان سے پوچھا، جب تم وفد کے ساتھ میرے پاس آئے تھے تو تم نے کیا کہا تھا؟ انھوں نے اپنی مذکورہ بالا باتیں دہرائیں ۔جب جانے لگے تو آپؐ نے فرمایا: ''جس کو عقل دی گئی وہ کامیاب ہوگیا''۔(ابن الاثیر، اسد الغابۃ، ۴/۴۰۲ بذیل قُرہ بن ھبیرۃ)

گویا اب بھی تم ان بتوں کے بارے میں یہی رائے رکھتے ہو۔تم نے عقل وشعور سے ان معبودانِ باطل کی تردید کی جو نہ کوئی نفع دے سکتے ہیں اور نہ نقصان ہی پہنچا سکتے ہیں۔عقل وشعور بہت بڑی نعمت ہے اور جس نے اس سے کام لیا یقیناوہ کامیاب وکامران ہوا۔اس طرح رسولؐ اللہ نے ایک تو مجمع عام میں صحابی محترمؓ کے کلمات دہرانے سے توحید کی اہمیت واضح فرمادی' اور پھر یہ بھی بتایا کہ نہ صرف ان کی شخصیت کو آپؐ اچھی طرح جانتے ہیں بلکہ ان کلمات اور باتوں کو بھی آپؐ جانتے ہیں جو انھوں نے آپؐ کے سامنے کی تھیں۔

ذھنی کیفیت کو جاننا

بعض وفود میں سے کوئی رکن یا فرد حاضر خدمت ہوتا تو آپؐ سے سوال کرتا اور آپؐ فوراً اس کا جواب نہ دیتے بلکہ اسی سے اس کے سوال کا جواب طلب فرماتے تا کہ وہ اس کی خودساختہ وضاحت کردے جو اس کے ذہن میں ہے۔اس طرح اگر وہ جواب مزاج شریعت کے مطابق ہوتا تو آپؐ اس کی تصدیق فرمادیتے اور اس کی مزید تائید فرماتے۔اس طرح کے ناصحانہ طریقے سے دی جانے والی دعوت اتنی موثر ہوتی کہ اس کی نظیر نہیں۔مدعو جب اپنی فکر وآرا کی تصدیق پالیتا ہے' یا اس کے اپنے ذہن وفکر کے زاویے کی توثیق ہوجاتی ہے تو اس کا دل خوشی ومسرت سے جھومنے لگتا ہے اور وہ مزید اشتیاق واستقامت سے راہ مستقیم پر چلنا شروع کردیتا ہے۔ چنانچہ ان دعوتی وفود کی آمد اور آپؐ سے ان کے مکالمات کا اس نقطۂ نظر سے مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ نے اس نفسیاتی اسلوب کے مطابق دعوت دی۔اس کی چند ایک مثالیں درج ذیل ہیں۔

بنی طے کے رئیس' زید الخیل حاضر خدمت ہوئے ،اسلام قبول کیا اور عرض کیا: یا رسولؐ اللہ! نو دن کی دشوار گذار مسافت طے کرکے آیا ہوں ۔صرف دو باتیں دریافت کرنا ہیں۔آپؐ نے فرمایا: جو پوچھنا چاہتے ہو پوچھو؟

انھوں نے عرض کیا، جو شخص اللہ تعالیٰ کو چاہتا ہے اس کی کیا علامت ہے اور جو اللہ کو نہیں چاہتا اس کی کیا علامت ہے(بروایت دیگر جسے اللہ چاہتا ہے اور جسے نہیں چاہتا اس کی کیا علامت ہے؟) حضورؐ نے فرمایا: ''تم زندگی کے شب وروز کیسے گزارتے تھے؟'' انھوں نے عرض کیا: ''میں نیکی اور نیکی کرنے والوں اور اس پر عمل کرنے والوں کو پسند کرتا تھا۔اگر میں اس پر عمل کرتا تھا تو اس سے طمانیت ہوتی تھی اور جب یہ عمل چھوٹ

جاتا تھا تو غمگین ہو جاتا تھا۔'' رسول اللہؐ نے فرمایا: ''جو اللہ کو چاہتا ہے اور جو نہیں چاہتا اس کی یہی علامت ہے''۔(سبل الھدیٰ والرشاد، ۶/۳۵۸ وابونعیم، الحلیۃ الاولیاء، ۴/۱۰۹، الھیثمی، مجمع الزوائد، ۷/۱۹۷)

جب وہ اس بات سے مطمئن ہوئے تو آپؐ سے رخصت لی۔ آپؐ نے ان کو بارہ اوقیہ چاندی اور عمدہ خوشبو عنایت فرمائی اور ان کے بارے میں فرمایا: ''عرب کے جس شخص کی بھی فضیلت بیان کی گئی پھر وہ میرے پاس آیا تو جو کچھ اس کے بارے میں کہا گیا تھا، میں نے اسے اس سے کم تر پایا سوائے زید کے۔(ابن سعد، الطبقات الکبریٰ۔ ۱/۳۲۱)

مقام و مرتبے کا لحاظ

رسولؐ اللہکی ساری سیرت اس بات کی دلیل ہے کہ آپؐ نے دعوت و تبلیغ میں بھی ہمیشہ مدارج کا لحاظ رکھا ہے۔ مخلص اور منافق، متقی اور غیر متقی کے ساتھ آپؐ ایک طرح کا سلوک نہیں کرتے تھے نہ اس کو پسند کرتے تھے۔ یہ وفود قبائل کی طرف سے اسلام قبول کرنے کے لیے آتے تھے مگر ان کے ساتھ سلوک ان کے مدارج اور خلوص کے اعتبار سے ہوتا تھا۔

حضرموت سے حضرت وائلؓ بن حجر کی قیادت میں ایک وفد بارگاہ رسالتؐ میں حاضر ہوا۔ حضرت وائلؓ بن حجر اپنے علاقے کے سر برآوردہ رئیسوں میں شمار ہوتے تھے۔ ان کے وُرودِ مدینہ سے پہلے ہی حضورؐ نے صحابہ کرامؓ سے فرمایا: ''وائل بن حجر نے' جو ملوک حضرموت کی یادگار ہیں' اللہ اور رسول کی اطاعت قبول کر لی ہے اور وہ دور دراز کی مسافت طے کر کے مدینہ آرہے ہیں۔

جب وہ مدینہ منورہ پہنچے تو حضورؐ نے ان کا پرتپاک خیر مقدم کیا اور اپنی ردائے مبارک ان کے لیے بچھا دی۔ جب وہ ذوق و شوق سے اسلام قبول کر چکے تو اس موقع پر آپؐ نے اپنا دستِ اقدس ان کے چہرے پر پھیرا اور ان کے لیے دعا فرمائی۔ الٰہی وائل، ان کی اولاد اور اولاد کی اولاد پر برکت نازل فرما اور ان کو حضرموت کے سرداروں کا حاکم بنا۔(تفصیل کے لیے: سبل الھدیٰ والرشاد ۶/۴۳۱)

آپؐ کی خدمت میں قبیلہ تجیب کے ۱۳ آدمی حاضر ہوئے اور اپنے ساتھ اپنے مویشی اور اموال میں سے صدقات جو ان پر فرض تھے وہ خود لے کر آئے اور عرض کیا: یا رسولؐ اللہ! ہمارے اموال میں جو اللہ کا حق تھا وہ ہم آپؐ کے پاس لے آئے ہیں۔ حضورؐ بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ اس کو واپس لے جاؤ اور اپنے ہی یہاں کے فقرا پر تقسیم کرو۔ انھوں نے کہا کہ یا رسولؐ اللہ! ہم آپؐ کے پاس وہی مال لائے ہیں جو وہاں کے فقراء پر تقسیم کرنے کے بعد بچا ہے۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے جب ان کا یہ جواب سنا تو فرمایا کہ یا رسولؐ اللہ!

عرب کا کوئی وفد ایسا نہیں آیا جیسا اس قبیلہ تجیب کا وفد۔حضورؐ نے فرمایا: ہدایت خدا کے اختیار میں ہے جس کے لیے بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اس کے قلب میں ایمان کے لیے انشراح پیدا کر دیتا ہے۔

اس کے بعد انھوں نے رسولؐ اللہ سے کچھ باتیں پوچھیں جو حضورؐ نے ان کے لیے لکھ دیں۔اس کے بعد پھر انھوں نے قرآن اور سنت کے متعلق کچھ سوالات کیے۔اس سے اور بھی ان کے ساتھ رسولؐ اللہ کو رغبت پیدا ہوئی اور آپؐ نے حضرت بلالؓ کو حکم دیا کہ ان کی ضیافت بہت اچھی طرح کریں۔حضرت بلالؓ نے رسولؐ اللہ کے حکم سے ان کو بدلہ اور زادِراہ اس سے زیادہ دیا جتنا عموماً وفود کو دیا کرتے تھے۔(سبل الھدیٰ والرشاد، ۴/۲۱۵، ابن سعد ۱/۳۲۳)

حسن اخلاق کا مظاہرہ

اخلاق ایک طاقت ہے بلکہ سب سے بڑی طاقت ہے۔ اچھا سلوک دشمن کو دوست بنا سکتا ہے۔ایک میٹھا بول ایک سرکش آدمی سے اس کی سرکشی چھین سکتا ہے۔ایک ہمدردانہ برتاؤ ایک ایسے جھگڑے کو ختم کر سکتا ہے جس کو ختم کرنے کے لیے لاٹھی اور گولی کی طاقت ناکام ہو چکی ہو۔یہی وہ بات ہے جس کو قرآن مجید میں ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے:

وَلَا تَسْتَوِی الْحَسَنَةُ وَلَا السَّیِّئَةُ ط اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَكَ وَبَیْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ ○ (حم السجدہ ۴۱:۳۴)

اور اے نبیؐ، نیکی اور بدی یکساں نہیں ہیں۔تم بدی کو اُس نیکی سے دفع کرو جو بہترین ہو۔تم دیکھو گے کہ تمھارے ساتھ جس کی عداوت پڑی ہوئی تھی وہ جگری دوست بن گیا ہے۔

وفود کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ جس چیز نے ان کو سب سے زیادہ متاثر کیا وہ آپؐ کا حسن سلوک اور اخلاق حسنہ تھا۔جو بھی آپؐ کے قریب رہتا آپؐ سے محبت کرنے لگتا۔حلم و وقار، رافت و رحمت' برداشت وسچائی، حسنِ سلوک آپؐ کے اندر کامل درجے میں پایا جاتا تھا۔آپؐ انسانی بلندی کی اعلیٰ ترین مثال تھے جسے نفسیات کی اصطلاح میں متوازن شخصیت (balanced personality) کہا جاتا ہے۔

۱۔بعض وفود خصوصاً آپؐ کے حسن سلوک سے اس قدر متاثر ہوئے کہ ایمان لے آئے۔حالانکہ وہ صلح وامن امان کے لیے آپؐ کے پاس حاضر ہوئے تھے۔انھی میں سے ایک وفد قبیلۂ اشجع کا تھا جو ۵ھ میں بارگاہِ رسالتؐ میں آیا۔

ایک سو یا اس سے زیادہ آدمیوں پر مشتمل یہ وفد مدینہ منورہ آیا۔آپؐ کو ان کی آمد کی اطلاع ملی تو آپؐ نے اس بات کا انتظار نہ فرمایا کہ وہ خود بارگاہ نبویؐ میں حاضر ہوں بلکہ آپؐ خود ان کے پاس تشریف

لے گئے۔ خیر و عافیت پوچھی اور بڑی دیر تک کمال اخلاق اور محبت کے ساتھ ان سے گفتگو فرماتے رہے، پھر صحابہ کرامؓ سے فرمایا کہ اپنے مہمانوں کی کھجوروں سے تواضع کرو۔ وہ لوگ کھانے سے فارغ ہوئے تو آپؐ نے انہیں بڑی نرمی کے ساتھ اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔ انھوں نے جواب دیا۔ محمدؐ! ہم اسلام قبول کرنے کے لیے نہیں آئے۔ ہماری آمد کی غرض و غایت یہ ہے کہ آپؐ سے امن اور صلح کا معاہدہ کریں کیونکہ آپؐ کی اور آپؐ کی قوم کی آئے دن کی لڑائیوں نے ہمیں سخت پریشان کر رکھا ہے۔

رحمت عالمؐ نے خندہ پیشانی سے فرمایا: ''جو تم کہتے ہو وہ ہمیں منظور ہے'' چنانچہ امن کا ایک معاہدہ لکھا گیا۔ جس کو فریقین نے منظور کر لیا۔ اس دوران میں اہل وفد حضورؐ کے اخلاقِ کریمانہ سے اتنے متاثر ہو چکے تھے کہ معاہدہ صلح معرض تحریر میں آنے کے معاً بعد وہ سب پکار اٹھے:

اے محمدؐ! ''آپ اللہ کے سچے رسول ہیں اور آپؐ کا دین برحق ہے''۔ (ابن سعد ۱/۳۰۶، بلاذری، انساب الاشراف ۱/۵۳۱، سبل الھدیٰ والرشاد ۶/۲۷۳)

آپ کے حسن معاملہ اور اخلاق عالیہ نے انھیں تسخیر کر لیا اور سب کے سب دولتِ اسلام سے بہرہ یاب ہو کر اپنے گھروں کو لوٹے اور پیغام بر ہو گئے۔

بنی سعد بن بکر کی طرف سے حضرت ضمامؓ بن ثعلبہ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہ اپنے قبیلے کے سربراہ اور نہایت دانا آدمیوں میں شمار ہوتے تھے۔ اس لیے دربار رسالت میں اہل قبیلہ نے اپنی وکالت کے لیے صرف انھیں ہی بھیجنا کافی سمجھا۔ وہ بدوی سادگی کے ساتھ مدینہ منورہ پہنچے اور اپنی ناقہ کی مہار تھامے بلا تکلف مسجد نبویؐ میں داخل ہو گئے۔ حضورؐ اس وقت صحابہ کرامؓ کے حلقے میں تشریف فرما تھے۔ حضرت ضمامؓ نے اونٹنی کو ایک کونے میں بٹھایا اور مجلس کے سامنے کھڑے ہو کر سلام کلام کے بغیر یوں گویا ہوئے: تم میں سے کون ابن عبدالمطلب ہے (ایکم ابن عبد المطلب) آپؐ نے فرمایا: میں ابن عبدالمطلب ہوں۔ حضرت ضمامؓ نے کہا: اے ابن عبدالمطلب آپؐ کا داعی ہمارے پاس آیا تھا۔ اس نے چند باتیں آپؐ کی طرف سے ہمیں بتائی ہیں۔ میں ان کی آپؐ سے تصدیق کرنا چاہتا ہوں۔ میرا لہجہ سخت اور درشت ہے۔ میں سختی سے بات کروں گا۔ آپؐ میرے لہجے کی درشتی سے دل میں غبار نہ لائیے گا۔ حضورؐ نے فرمایا: تم جو کچھ پوچھنا چاہتے ہو بلا تکلف پوچھو۔ پھر وہ سوال کرتے ہیں اور حضورؐ نہایت ہی اطمینان سے ان کے ہر سوال کا جواب مرحمت فرماتے ہیں حالانکہ پورے مکالمے میں سائل کا لہجہ درشت رہتا ہے۔ تعلیم و تحمل کا یہ طریقہ اس طرح کارگر ثابت ہوتا ہے کہ وہ شخص بے ساختہ پکار اٹھتا ہے:

اس ذات کی قسم جس نے آپؐ کو صادق نبی بنایا، میں آپؐ کی بتائی ہوئی باتوں میں کمی بیشی نہ

کروں گا۔ میں آپؐ کا دین قبول کر چکا ہوں، میں اپنی قوم کا قاصد ہوں۔ میرا نام ضمام بن ثعلبہ ہے۔(بخاری)

آپ کے حسن اخلاق' حسن معاملہ اور قبائل عرب کے ساتھ حکمت بھری دعوت کا فوری اثر یہ ہوا کہ اسلام کی دعوت پورے جزیرہ نمائے عرب کے گوشے گوشے میں پھیل گئی۔ جب یہ وفود تعلیم نبویؐ اور تربیت نبویؐ سے مزین ہو کر اپنے اپنے علاقے اور قبیلے میں واپس جاتے تو اسوۂ نبویؐ کے مطابق ہی دعوت دیتے۔ اپنے اہل خانہ' بچوں اور پھر پورے قبیلے کو اسلام کی تعلیمات سے روشناس کراتے۔

ان دعوتی وتبلیغی وفود کے مطالعے سے یہ بات اخذ کی جاسکتی ہے کہ دعوت وتبلیغ کا تعلق صورت حال سے بھی گہرا ہوتا ہے۔ وقت' حالات اور مخاطب کے رجحانات ومیلانات کو بھی مدنظر رکھنا کس قدر ضروری ہے تاکہ اس اصل فریضہ کی ادائیگی موثر طریقے سے کی جاسکے؟ اور مخاطب کے احوال وحالات کی آگاہی کے ساتھ ساتھ اس کے ساتھ ہمدردی وتعاون' اور اُس کی ضروریات کا لحاظ رکھنا بھی کس قدر اہمیت کا حامل ہے۔ بلاشبہہ وفود عرب کے ساتھ آپؐ کا طریقۂ دعوت جہاں ہمارے لیے دعوتی وتربیتی سرگرمیوں میں اسوہ حسنہ ہے وہاں اس سے تنظیم دعوت' حکمت دعوت کی اہمیت بھی اُجاگر ہوتی ہے۔